

لمحہ فکریہ!

الحمد للہ کہ ہم سب مسلمان ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہیں اور یقیناً یہ اللہ کا بہت بڑا فضل و کرم ہے کہ اس نے ہمیں مسلمان ماں باپ کے ہاں پیدا فرمایا کیونکہ اگر خدا نخواستہ ہم کسی غیر مسلم گھرانے میں آنکھ کھولتے تو اس بات کا امکان بہت ہی کم تھا کہ ہم اسلام کی دولت سے بہرہ ور ہو سکتے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ہی دین حق ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری اور سچے رسول ہیں اور نبی آخر الزماں کے اُمتی ہونے کی حیثیت سے ہمیں اس بات کی قوی امید ہے کہ مسلمان ہی آخرت میں اللہ کے انعامات و اعزازات کے حقیقی مستحق ہوں گے۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا محض اس بات پر کہ ہم نے مسلمان گھرانے میں آنکھ کھولی، آخرت میں ہم ابدی انعام کے حقدار بن جائیں گے۔ عقل سلیم اس بات کو تسلیم نہیں کرتی۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم آخرت میں انعامات و کرامات کے مستحق بھی قرار پائیں گے جب ہم اپنی امکانی حد تک ان فرائض اور ذمہ داریوں کو ادا کریں جن کا دین ہم سے تقاضا کرتا ہے ورنہ اس بات کا خدشہ موجود ہے کہ اگر ہم اپنی دینی ذمہ داریوں کو ادا نہ کریں تو محض مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہونا ہمارے محاسبے میں مزید شدت کا باعث بن جائے اس لئے کہ جس پر اللہ کے احسانات و انعامات زیادہ ہوتے ہیں اس کا محاسبہ بھی اسی نسبت سے سخت ہوتا ہے۔ سورہ تکوین میں فرمایا ﴿ثُمَّ لَتُسْأَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ﴾ ”پھر تم سے قیامت کے دن نعمتوں کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔“

اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہونا یقیناً باعث شرف و افتخار ہے۔ لیکن یہ بات ذہن سے اوجھل نہ ہونے پائے کہ جب کسی کو بلند مرتبہ یا منصب عطا ہوتا ہے تو اس کی ذمہ داریاں بھی بڑھ جاتی ہیں۔ ”جن کے رتبے ہیں سوا، اُن کی سوا مشکل ہے“ اور کوئی انسان کامیاب اس وقت قرار پاتا ہے کہ جس قدر اس کے بس میں ہو وہ اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی کوشش کرے۔ ہم مسلمان اس عظیم امت کے جزو ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے ”امت وسط“ اور ”خیر امت“ (یعنی بہترین امت) قرار دیا اور ہمارے لئے یہ الفاظ بھی قرآن میں وارد ہوئے کہ ﴿هُوَ اجْتَبَاكُمْ﴾ اس (اللہ) نے تمہیں چن لیا ہے چنانچہ امت محمد علی صاحب الصلوٰۃ والسلام میں شامل

تنظیم اسلامی کی دعوت

ایک اجمالی خاکہ



تنظیم اسلامی

67-A علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہولا ہور۔ 54600

فون: 36271241، فیکس: 36293939، 36316638، 36366638

ای میل: www.tanzeem.org markaz@tanzeem.org

ہونے سے جہاں ہمارا مقام اور مرتبہ بلند ہو جاتا ہے وہیں اس ضمن میں کچھ ذمہ داریاں بھی ہم پر عائد ہوتی ہیں جن کی ادائیگی کی اگر ہم فکر نہیں کریں گے تو ہم بھی اسی خطاب کے مستحق قرار پائیں گے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہود کو دیا ہے۔ ہم سے پہلے مسلمان امت یہود تھے۔ انہیں تورات عطا کی گئی تھی۔ لیکن جب انہوں نے اللہ کی کتاب سے منہ موڑا اور دینی ذمہ داریوں کو ادا نہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں معزول کر دیا اور ان پر ذلت اور مسکنت مسلط کر دی اور سورہ جمعہ میں ان کے طرز عمل کے بارے میں فرمایا ”مثال ان لوگوں کی جنہیں تورات عطا کی گئی تھی لیکن انہوں نے اس کی ذمہ داریوں کو ادا نہ کیا اس گدھے کی سی ہے جس پر کتا بول کا بوجھ لدا ہو۔“

خیر امت کے فرائض دینی

ایمان حقیقی کے حصول کی کوشش

قرآن مجید جہاں اہل ایمان کو ان کی ذمہ داریاں یاد کرتا ہے وہاں انہیں یہ تاکید بھی کرتا ہے کہ یقین قلبی والے ایمان کو حاصل کرنے کی شعوری کوشش کریں۔ سورۃ آل عمران کی آیت نمبر 110 میں فرمایا: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ ترجمہ: ”تم وہ بہترین امت ہو جسے دوسرے لوگوں کے لئے برپا کیا گیا۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائیوں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر پختہ یقین رکھتے ہو۔“ اسی طرح سورۃ النساء کی آیت نمبر 136 میں فرمایا: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ﴾ ترجمہ: ”اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول پر پختہ یقین رکھو۔“ گویا کہ سب سے پہلی اور بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ اپنے ایمان کو مضبوط کریں اور دیکھیں کہ کیا واقعی ان حقائق پر ہمیں قلبی یقین حاصل ہے جن کو ماننے کا ایمان ہے۔ اگر ایسا ہوگا تو پھر ہم دوسری اہم دینی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لئے بھی آمادہ عمل ہو سکیں گے۔

رب کی بندگی

ایمان و یقین کے حصول کی کوشش کے ساتھ ساتھ بحیثیت مسلمان ہماری سب سے پہلی ذمہ

داری یہ ہے کہ ہم اپنے خالق و مالک کی بندگی کریں۔ قرآن مجید سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں اور جنوں کو پیدا ہی اس لئے کیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں۔ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ ہمارا یہ ایمان ہے کہ اللہ ہی ہمارا خالق، مالک اور رازق ہے۔ اس کے ہم پر بے شمار احسانات ہیں لیکن ظاہر ہے کہ اس کے احسانات کے بدلے میں ہم یہ تو نہیں کر سکتے کہ جواباً اس پر کوئی احسان کریں یا اس کی کوئی ضرورت پوری کریں۔ اس لئے کہ وہ الصمد اور الغنی (بے نیاز) ہے۔ ہاں ہم یہ ضرور کر سکتے ہیں کہ اس کے شکر گزار بن جائیں۔ اس کی پرستش کریں۔ اس کی اطاعت کریں اور اس کے احکامات کو توڑنے سے اجتناب کریں۔ اسی طرز عمل کا نام بندگی ہے جسے قرآن مجید کی اصطلاح میں ”عبادت رب“ کہتے ہیں۔ اللہ بھی ہم سے یہی چاہتا ہے کہ ہم اس کی بندگی کریں اور اسی لئے اس نے ہمیں تخلیق فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کی دعوت کا بنیادی نکتہ یہی رہا ہے کہ ﴿يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ﴾ ”اے میری قوم (کے لوگو!) اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔“

عبادت کے ضمن میں ایک غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم نے اپنے طور پر سمجھ لیا ہے کہ عبادت سے مراد نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ ہے اور بس۔ گویا زندگی کے دوسرے معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ تصور انتہائی محدود ہے۔ درحقیقت عبادت سے مراد ہے اللہ کی محبت سے سرشار ہونا اور اس کی غلامی اختیار کر لینا۔ یعنی زندگی کے ہر معاملے میں دل کی آمادگی سے اللہ کی اطاعت کرنا اور اپنی مرضی کو اس کی مرضی کے تابع بنا دینا۔ گویا اللہ تعالیٰ کی اطاعت جبراً نہیں بلکہ شوق اور محبت کے جذبے کے ساتھ ہونی چاہئے۔ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ مراسم عبودیت ہیں اور عبودیت کے اظہار کا ذریعہ ہیں۔ یہ چیزیں بھی یقیناً عبادت میں داخل ہیں لیکن یہ گل عبادت نہیں ہیں۔ بلکہ عبادت تو زندگی کے ہر شعبے اور گوشے میں اللہ کی اطاعت ہے اور یہی دین اسلام ہے۔ جس کا ہم سے پہلا مطالبہ یہ ہے کہ ہم زندگی کے ہر معاملے میں اللہ کے احکام کو مدنظر رکھیں اور اس بات کا خیال رکھیں کہ کسی بھی معاملے میں اللہ اور اس کے رسول کا حکم ٹوٹنے نہ پائے۔ اسی طرز عمل کا نام تقویٰ ہے۔ اس بات کو سورہ بقرہ میں ان الفاظ میں بیان کیا کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً﴾ کہ اے اہل ایمان اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ۔

دین کی دعوت و گواہی

ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی اس نسبت پر فخر ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمّتی ہیں اور یقیناً یہ ہماری بہت بڑی خوش بختی ہے۔ لیکن جہاں یہ بات باعث فخر و افتخار ہے وہیں اس کے حوالے سے ہم پر ایک اہم ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ اس ذمہ داری کا جامع عنوان ہے ”شہادت علی الناس“ یعنی اللہ تعالیٰ کا جو دین اور پیغام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے امت تک پہنچا ہے، اب امت کا یہ فریضہ ہے کہ وہ اس دین کو اپنے اپنے زمانے میں پوری نوع انسانی تک پہنچائے اور اپنے قول و فعل سے اس دین کی گواہی دے۔ بقول حکیم الامت: ”دے تو بھی محمد کی صداقت کی گواہی۔“

ہمارا ایمان ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا اور اب قیامت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا دور ہے۔ جزیرہ نما عرب کی حد تک آپ نے بنفس نفیس اللہ کے پیغام کو لوگوں تک پہنچایا اور اس کے دین کو غالب کیا لیکن اب آپ کے بعد یہ امت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس مشن کو پورا کرے اور اللہ کے آخری پیغام کو نوع انسانی کے ہر ہر فرد تک پہنچائے۔ سورہ بقرہ میں اس امت کی تشکیل کی غرض و غایت ہی یہ بیان ہوئی ﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا لِتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ ”اسی طرح ہم نے تمہیں بہترین امت بنایا کہ تم ہو جاؤ گواہ (تمام) لوگوں پر اور رسول ہو جائیں گواہ تم پر۔“ گویا جس طرح انسانوں کی تخلیق کی غرض و غایت یہ تھی کہ وہ اللہ کی بندگی کریں، اسی طرح اس امت کی تشکیل کی غرض و غایت یہ ہے کہ وہ قیامت تک آنے والے تمام انسانوں تک اللہ کے دین اور اس کے پیغام کو پہنچائیں۔ اپنے قول سے بھی اللہ کے دین کی شہادت دیں اور عمل سے بھی اس کی گواہی دیں۔ اسی ذمہ داری کا نام ہے ”شہادت علی الناس“۔ یہ ذمہ داری فی الحقیقت تو امت کی ذمہ داری ہے۔ امت جب تک اس ذمہ داری کو ادا کرتی رہی وہ دنیا میں بھی غالب و برتر رہی لیکن جب امت نے اس ذمہ داری کی ادائیگی میں کوتاہی کی تو اسے دنیا میں شدید ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ بات واضح رہے کہ اگر امت اجتماعی سطح پر شہادت علی الناس کے فریضے کو ادا نہیں کرتی تو از خود اس کی ذمہ داری کا بوجھ امت کے ہر فرد کے

کاندھوں پر آجاتا ہے۔ ایسی صورت میں جن لوگوں کو بھی اس ذمہ داری کا شعور حاصل ہو جائے انہیں چاہئے کہ وہ مل جل کر ایک جماعت تشکیل دیں اور اس فریضے کی ادائیگی کے لئے ہر ممکن کوشش کریں۔ سورہ آل عمران میں ایسی صورت حال کے لئے ہدایت موجود ہے کہ: ﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ ”اور تم میں ایک جماعت ایسی ہونی چاہئے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے اور اچھے کام کرنے کا حکم دے اور برے کاموں سے منع کرے یہی لوگ ہیں جو نجات پانے والے ہیں۔“

دین کو قائم کرنے کی جدوجہد

تیسری ذمہ داری جو دین کی جانب سے ہم پر عائد ہوتی ہے اس کا جامع عنوان ہے ”اقامت دین“۔ یعنی اللہ کے دین کو بالفعل نافذ و غالب کرنا۔ ہمارا دین محض چند عقائد یا مراسم عبودیت کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک مکمل نظام زندگی ہے۔ جس میں فرد اور اجتماعیت ہر سطح پر ہمیں رہنمائی دی گئی ہے۔ از روئے قرآن یہ دین ہمیں دیا ہی اس لئے گیا تھا کہ ہم اُسے قائم و نافذ کریں۔ ﴿أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ﴾ ”دین کو قائم رکھنا اور اس میں پھوٹ نہ ڈالنا“ (سورۃ الشوریٰ، آیت نمبر 13)۔ ویسے بھی یہ حقیقت ہے کہ ہر نظام اپنا غلبہ چاہتا ہے اور کسی ملک میں بیک وقت دو نظام رائج نہیں ہو سکتے۔ اگر جمہوریت ہے تو ملوکیت کی کوئی گنجائش نہیں۔ اسی طرح اگر دین اللہ ہے تو دین باطل کی کوئی گنجائش نہیں۔ کسی ایک ہی کو فیصلہ کن حیثیت حاصل ہوگی۔ یہ زمین اللہ کی ہے۔ یہاں شریعت اور قانون دینے کا اختیار صرف اسی ذات حق سبحانہ کو ہے۔ ﴿إِنَّ الْحُكْمَ إِلَّا لِلَّهِ﴾ لہذا کسی اور کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اللہ کے دین اور اس کی شریعت کو چھوڑ کر کوئی اور خود ساختہ دین اور قانون یہاں قائم و نافذ کرے۔ اللہ کے دین کے سوا اگر کوئی باطل نظام قائم ہے تو یہی فتنہ اور فساد فی الارض ہے۔ مسلمان جو کہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور فی الواقع اسے سب سے بڑا یعنی اکبر سمجھتے ہیں، اُن کا فرض ہے کہ وہ تمام باطل نظاموں کو صفحہ ہستی سے مٹا کر صرف اللہ کے دین کو اس کی زمین پر غالب و نافذ کرنے کے لئے بھرپور جدوجہد کریں۔ قرآن حکیم میں دو مقامات پر یہ مضمون وارد ہوا ہے کہ ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ﴾ ”مسلمانو! (ان مشرکین سے) جنگ جاری رکھو

یہاں تک کہ فتنہ ختم ہو جائے اور دین (نظام) کُل کا کُل اللہ کے لئے ہو جائے۔“

یہ اہم حقیقت بھی پیش نظر رہے کہ شہادت علی الناس کا حق بھی اس وقت تک ادا نہیں ہو سکتا جب تک کہ کسی قابل ذکر نقطہ زمین پر اللہ کے دین کو بالفعل قائم و غالب نہیں کر دیا جاتا۔ اس لئے کہ اللہ کے دین کی گواہی (شہادت) ہمیں اپنے قول سے بھی دینی ہے اور عمل سے بھی۔ اپنے عمل سے اللہ کے دین کی گواہی دینے کی واحد اور ممکن صورت یہی ہے کہ اسلام کے زریں اصولوں پر مبنی ایک معاشرہ بالفعل چلا کر دکھا دیا جائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدینؓ نے اس دین کو عملاً قائم و نافذ کر کے نوع انسانی پر ناقیامت حجت قائم کر دی کہ یہ نظام نہ صرف قابل عمل ہے بلکہ ایسا صالح اور عدل و قسط پر مبنی نظام ہے کہ وہ خطہ جہاں یہ نظام قائم ہو جائے وہ واقعی جنت ارضی کا نقشہ پیش کرتا ہے۔ اب وہی نظام پوری زمین پر غالب و نافذ کرنا امت کا فریضہ ہے۔ تاکہ آپ کا مشن مکمل ہو سکے اور اظہار دین کا فریضہ کمال کو پہنچے۔

یہ ہیں وہ تین اہم ذمہ داریاں جو دین کی طرف سے ہم پر عائد ہوتی ہیں لیکن ہماری بد قسمتی ہے کہ ہم میں سے اکثر کوسرے سے ان فرائض کا کوئی شعور حاصل نہیں ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمانوں میں ان فرائض کا شعور اجاگر کیا جائے تاکہ جن لوگوں کو اس کا احساس ہو جائے وہ اپنی ہمتوں کو مجتمع کر کے ان فرائض کی ادائیگی کے لئے کمر بستہ ہو جائیں۔ ان تین ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے مزید تین چیزوں کا اہتمام ضروری ہے اور وہ تین چیزیں ہیں جہاد فی سبیل اللہ، جماعت اور بیعت۔

جہاد، جماعت اور بیعت

اوپر بیان کردہ تین ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ ہم پیہم جدوجہد کریں۔ بھرپور کشمکش اور مجاہدہ کریں۔ اس کے لئے قرآنی اصطلاح جہاد فی سبیل اللہ ہے، سورہ حج میں مسلمانوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ﴿وَجَاهِدُوا فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ﴾ اور جدوجہد (جہاد) کرو اللہ کی راہ میں جیسا کہ اس کے لئے جہاد کا حق ہے۔ اس جدوجہد اور کشمکش کے بھی تین درجے ہیں۔ پہلی سطح پر یہ کشمکش خود اپنے نفس کے ساتھ ہے۔ یعنی اس نفس کو اللہ کی بندگی اور اطاعت کا خوگر بنانا۔ اس کے لئے بھی شعوری جدوجہد درکار ہے۔ پھر اللہ کے پیغام کو دوسروں

تک پہنچانے کے لئے جدوجہد کی ضرورت ہے۔ یہ جہاد کی دوسری سطح ہے اور یہاں جہاد نظریاتی سطح پر ہوتا ہے۔ مختلف نظریات ایک دوسرے کے مقابل آتے ہیں۔ کہیں لادینی نظریات اور کہیں مارکسی نظریات سے سابقہ پیش ہوگا اور کہیں الحاد اور مادہ پرستی کے ساتھ نظریاتی تصادم ہوگا۔ اس نظریاتی جہاد کے لئے مسلمان کا سب سے بڑا ہتھیار قرآن حکیم ہے۔ باطل نظریات کو جڑ سے اکھاڑنے کے لئے شمشیر قرآنی کا استعمال ضروری ہے۔ تیسری سطح پر یہ کشمکش اس باطل نظام کیساتھ ہوتی ہے جو کسی بھی ملک میں رائج ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی بھی ملک میں دین اللہ کے قیام و نفاذ کے لئے ضروری ہے کہ وہاں کے مروجہ باطل نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے۔ لیکن باطل نظام بھی آسانی سے راستہ نہیں دیتا بلکہ وہ مزاحمت کرتا ہے۔ یہی وہ مرحلہ ہے جہاں قتال (جنگ) کی بھی ضرورت پڑتی ہے اور اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنا پڑتا ہے۔ یہ جہاد کی آخری اور بلند ترین سطح ہے۔

اس ضمن میں دوسری چیز جس کا اہتمام ضروری ہے وہ ہے جماعت سے وابستگی۔ اس لئے کہ دین کے ان تقاضوں کی نوعیت ایسی ہے کہ انہیں انفرادی طور پر انجام نہیں دیا جاسکتا۔ خاص طور پر شہادت علی الناس اور اقامت دین جیسے مراحل کے لئے تو اجتماعی جدوجہد لازمی اور ناگزیر ہے۔ چنانچہ ایک طرف تو عقل بھی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ان فرائض کی انجام دہی کے لئے اجتماعی جدوجہد ضروری ہے اور دوسری طرف اس ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد بھی موجود ہے۔ آپ نے فرمایا ”أَمْرُكُمْ بِخَمْسٍ بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهَجْرَةَ وَالْجِهَادَ فِی سَبِيلِ اللّٰهِ“ ترجمہ: ”مسلمانو! میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں۔ جماعت سے وابستگی، سماع و طاعت اور ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ“۔ اس حدیث سے ہمیں جماعت کی نوعیت کے بارے میں بھی رہنمائی ملتی ہے۔ یعنی جماعت وہ مطلوب ہے جو سماع و طاعت (سنو اور اطاعت کرو) پر مبنی ہو۔ گویا ملٹری ڈسپلن درکار ہے۔ جہاں امیر کی اطاعت میں کسی قسم کی سہل انگاری یا تساہل کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔ اسی جانب اشارہ ہے سورہ تغابن کی آیت نمبر 16 میں: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَأَسْمِعُوا وَأَطِيعُوا وَأَنْفِقُوا خَيْرًا لِّأَنْفُسِكُمْ﴾ ”سو جہاں تک ہو سکے خدا سے ڈرو اور (اس کے احکام کو) سنو اور (اس کے) فرمانبردار رہو اور (اس کی راہ میں) خرچ کرو (یہ) تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اور جو شخص طبیعت کے نجل سے بچایا گیا تو ایسے ہی لوگ راہ پانے

والے ہیں۔“

دین میں جماعت سازی کے لئے جو طریقہ ہمیں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت صحابہؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ملتا ہے وہ بیعت کا طریقہ ہے۔ یہی طریقہ دین کے مزاج کے مطابق ہے۔ اس ضمن میں دوسرے کسی طریقے کا سلف سے ہمیں سراغ نہیں ملتا۔ پوری اسلامی تاریخ میں جب بھی باطل نظام اور غیر مسلموں کے غلبہ سے نجات کے لئے جہاد کیا گیا تو جماعتیں اسی بنیاد پر بنیں۔ جیسے تحریک سید احمد شہیدؒ۔ اس تحریک کو دیگر تمام تحریکوں کے سرخیل کی حیثیت حاصل ہے، اس عظیم تحریک کی بنیاد بھی بیعت کے اصول پر تھی۔ اس کے بعد بھی جماعت سازی اسی اصول پر ہوئی چنانچہ مہدی سوڈانی کی تحریک جہاد، سنوسی کی تحریک اور پھر اخوان المسلمون کی عظیم تحریک۔ سب میں اسی بیعت کے اصول کو بنیاد بنایا گیا۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض غلط قسم کے پیروں نے جنہوں نے دین کو کاروبار بنا لیا، بیعت کے لفظ کو بدنام کر دیا لیکن یہ اپنی جگہ حقیقت ہے کہ دین میں جماعت سازی کی واحد اساس یہی ہے اور بیعت کی اصطلاح قرآن و حدیث کی اصطلاح ہے۔ اسے ترک کرنا یقیناً خیر و برکت سے ہاتھ کھینچنے کے مترادف ہے۔

اسلامی نظام سے کیا مراد ہے؟

یہ بات واضح ہو جانے کے بعد کہ ایک مسلمان پر دین کی طرف سے کون کون سی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں یہ سمجھ لینا مناسب ہوگا کہ اسلامی نظام یا دین حق سے مراد کیا ہے اور اس نظام کا نظریہ توحید کے ساتھ کیا تعلق ہے۔

اسلام جو کہ دین توحید ہے، افراد سے بھی توحید پر کار بند رہنے کا تقاضا کرتا ہے اور اجتماعی زندگی میں بھی توحید کو رائج کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ یہی اسلام کا انقلابی نظریہ توحید جب زندگی کے اجتماعی گوشوں میں سرایت کرتا ہے تو اسلامی نظام کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ توحید کے انقلابی نظریے کی بنیاد پر یہ اسلامی نظام اگر قائم ہو جائے تو اس کے نتیجے میں سماجی، معاشی اور سیاسی سطح پر درج ذیل تبدیلیاں رونما ہوں گی۔

سماجی سطح پر

☆ چونکہ تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اس لئے نسل، رنگ، زبان، پیشے اور جنس کی بنیاد پر نہ کوئی اونچا ہے نہ نیچا، بلکہ عزت اور شرافت کا معیار صرف تقویٰ اور پرہیز گاری ہے۔

☆ پردے کے شرعی احکام کا نفاذ، خواتین کی عزت اور وقار کی پوری حفاظت، اسلام کے خاندانی نظام کے تحت خواتین کے حقوق کی پوری ضمانت تاکہ وہ یکسوئی کے ساتھ آئندہ نسل کی بہترین تربیت کر سکیں۔

☆ خواتین کے ملکیت اور وراثت کے اسلامی حقوق کا تحفظ اور انہیں تعلیم، صحت اور گھریلو صنعتوں کے میدان میں اپنی صلاحیتیں بروئے کار لانے کی پوری آزادی ہوگی۔

☆ اسلامی سزاؤں کا نفاذ تاکہ ملک سے بد امنی اور قتل، چوری، ڈاکہ، زنا اور تہمت زنا جیسے سنگین جرائم کا قلع قمع کیا جاسکے۔

☆ سماجی برائیوں مثلاً رشوت، کنبہ پروری، فضول خرچی، نمود و نمائش اور شادی بیاہ کی ہندووانہ رسموں کا خاتمہ۔

☆ سب کے لئے ایک نظام تعلیم جس میں قدیم اور جدید اور دینی اور دنیوی کی تقسیم نہ ہو۔ نیز میٹرک تک تعلیم مفت ہو۔

معاشی سطح پر

☆ ریاست ہر شہری کی بنیادی ضروریات یعنی غذا، لباس، رہائش، تعلیم اور علاج کی ذمہ دار ہوگی۔ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے مسلمانوں سے زکوٰۃ اور عشر اور غیر مسلموں سے جزیے کی وصولی کا نظام نافذ ہوگا۔

☆ مخلوق خدا کی خدمت، اللہ کی راہ میں خرچ کرنے اور ضرورت مند افراد کو قرض حسنہ دینے کی حوصلہ افزائی کی جائے گی۔

☆ سود کی لعنت کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جائیگا۔ جوئے، سٹے، لائٹری، دو طرفہ آڑھت اور خرید و فروخت کی تمام حرام صورتوں کو ختم کر کے سرمایہ داری کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔

☆ شریعت اسلامی کی حدود کے اندر اندر انفرادی ملکیت اور آزاد معاشی جدوجہد کی فضا قائم کی جائے گی تاکہ صحت مند مقابلے سے صنعت و تجارت کو ترقی اور پیداوار میں اضافہ ہو۔

☆ مزدور اور کارخانہ دار کے درمیان اسلامی بھائی چارے اور عدل و انصاف کے علاوہ باہمی سوداکاری میں مزدور کو ریاست کی جانب سے کفالت کی ضمانت حاصل ہوگی۔

☆ جاگیرداری کی لعنت کا مکمل خاتمہ جس سے زمینداری کی ساری بُرائیاں ختم ہو جائیں گی۔ اس سلسلے میں امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ کے متفقہ فتوے سے بھی مدد لی جائے گی جس کی رو سے مزارعت کی ہر شکل حرام ہے یا حضرت عمرؓ کے اس اہم اجتہاد کو بھی بنیاد بنایا جائے گا کہ جو علاقے کسی بھی وقت مسلمانوں نے بزور شمشیر فتح کئے تھے ان کی اراضی انفرادی ملکیت نہیں بلکہ اسلامی ریاست یعنی بیت المال کی ملکیت ہوتی ہیں۔

سیاسی سطح پر

☆ حاکمیت اعلیٰ صرف اللہ تعالیٰ کی ہے چنانچہ قرآن و سنت کے خلاف کوئی قانون نہیں بنایا جاسکے گا۔ اعلیٰ عدالتوں کو پورا اختیار ہوگا کہ ہر اس قانون کو منسوخ کر دیں جو قرآن و سنت کے خلاف ہو۔

☆ ریاست کے کامل شہری صرف مسلمان ہوں گے اور ان کے حقوق شہریت بالکل مساوی ہوں گے۔ وہ اسلام کے اصول مشاورت کے مطابق باہمی مشورے سے ملک کے نظام کو چلائیں گے۔

☆ تمام شہری قانون کی نظر میں برابر ہوں گے اور کوئی شخص حتیٰ کہ صدر ریاست یا وزیر اعظم (خلیفہ) بھی قانون سے بالاتر نہ ہوگا۔

☆ غیر مسلموں کی جان و مال اور عزت و آبرو کی حفاظت کا پورا ذمہ لیا جائے گا اور انہیں

کامل معاشی اور مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ چنانچہ وہ اپنے مذہب کے مطابق اپنی آئندہ نسلوں کی تعلیم و تربیت کے حقدار ہوں گے۔ البتہ انہیں مسلمانوں میں تبلیغ کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

☆ وحدانی یا فیڈرل یا کنفیڈرل نظام ریاست اور اسی طرح صدارتی پارلیمانی طرز حکومت میں سے کسی اختیار کیا جائے اس کا فیصلہ عوام کی کھلی رضامندی پر منحصر ہوگا۔ اس لئے کہ ان میں سے کوئی بھی دینی اعتبار سے لازمی ہے نہ حرام۔

☆ علاقائی یا نسلی و قبائلی روایات میں سے جو شریعت اسلامی سے متصادم نہ ہوں انہیں پورا تحفظ حاصل ہوگا۔ اسی طرح علاقائی زبانوں کے حقوق کی حفاظت ہوگی البتہ سب سے زیادہ زور عربی زبان کی تعلیم و ترویج پر دیا جائے گا۔

مقصد کے حصول کا طریق کار

تنظیم اسلامی مکملہ حد تک اس اسلامی انقلابی نظریہ کو عام کرنے اور اس کے لئے سارے جائز ذرائع استعمال کر رہی ہے تاکہ مسلمانوں کو اپنے فرائض کا احساس ہو اور وہ دین توحید کو خود بھی اختیار کریں اور اجتماعی نظام میں بھی اسے رائج کر سکیں۔

دوسرا مرحلہ جماعت سازی کا ہے۔ تنظیم اسلامی بیعت سمع و طاعت کی مضبوط، منصوص، مسنون اور ماثور اساس پر استوار کی گئی ہے۔

تیسرا مرحلہ تربیت کا ہے جو حاصل ہوتا ہے پورے پورے دین پر عمل کرنے سے۔ پورے دین پر عمل کرنے کے نتیجے میں بگڑے ہوئے معاشرے کی طرف سے ایسی مخالفت ہوتی ہے جو انسان کو کند بنا دیتی ہے۔ پھر صبر محض کے مرحلے سے گزرنا تو اول دن ہی سے اس راہ کا لازمی حصہ ہے۔

ان مراحل سے گذر کر معتدبہ تعداد پر مشتمل ایک جماعت فراہم ہوگی تو پھر اقدام کے مرحلے کا آغاز کیا جاسکے گا۔

اقدام کے مرحلے میں باطل نظام کو چیلنج کیا جائے گا۔ کسی ایک منکر (جو تمام دینی مکاتب فکر

کے نزدیک منکر ہو، مثلاً سود، جوا، لٹری، فحاشی وغیرہ) کے خلاف پُرامن، منظم مظاہروں، دھرنے اور گھیراؤ کے ذریعے اقدام کیا جائے گا کہ اب یہ کام (منکر) ہم نہیں ہونے دیں گے۔ اس کے نتیجے میں باطل نظام طاقت استعمال کرے گا تو اگر اس تمام تر تشدد اور طاقت کا استعمال وہ جماعت سہہ جائے اور کوئی جوانی کاروائی نہ کرے لیکن اپنے موقف پر ڈٹی رہے تو اس کے تین نتائج نکل سکتے ہیں۔

تین ممکنہ نتائج

(i) حکومت ان مظاہروں کے نتیجے میں پسپائی اختیار کرے، یعنی منکرات کو ختم کرنا شروع کر دے تو اور کیا چاہئے۔ ایک منکر کے بعد دوسرے اور دوسرے کے بعد تیسرے منکر کے خلاف مظاہرے جاری رہیں گے تا آنکہ پورے کا پورا نظام اسلام کے سانچے میں ڈھل جائے۔

(ii) دوسرا ممکن نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ حکومت وقت اسے اپنی بقاء، اپنی انا اور اپنے مفادات کے تحفظ کا مسئلہ بنا لے اور طاقت کے استعمال سے اس اسلامی تحریک کو کچلنے کی کوشش کرے۔ اس موقع پر ذرا ٹھہر کر حکومت وقت کی ماہیت و ہیئت کو سمجھ لیجئے کہ وہ کیا ہوتی ہے۔ ہر حکومت کسی نہ کسی طبقہ کی نمائندگی کر رہی ہوتی ہے۔ وہ معاشرے کے کسی طاقتور طبقہ کے مفادات کی محافظ بن کر بیٹھی ہوتی ہے۔ اسلام کا نظام عدل و قسط ان طبقات کے لئے پیغام موت لے کر آتا ہے۔ لہذا حکومت وقت کسی ایسی تحریک کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت نہیں کرتی جس کے کامیاب ہونے کے نتیجے میں سرمایہ دارانہ اور جاگیر دارانہ استحصالی نظام ختم ہو جائے اور اسلام کا عادلانہ و منصفانہ نظام قائم ہو جائے۔ لہذا وہ ریاست کی پولیس اور فوج کو اس تحریک کو کچلنے کے لئے بے دریغ استعمال کرے گی، چنانچہ لٹھیاں برسیں گی، آنسو گیس کے شیل پھینکے جائیں گے، گولیوں کی بوچھاڑ آئے گی، گرفتاریاں ہوں گی، دارورسن کے مراحل آئیں گے۔ لیکن اگر لوگ اللہ کی راہ میں قربانیاں حتیٰ کہ جان تک دینے پر تیار ہوں اور ثابت قدمی سے میدان میں ڈٹے رہیں تو پولیس کتنوں کو گرفتار کرے گی؟ فوج

کتنوں کو اپنی گولیوں سے بھونے گی؟ اگر تحریک کے کارکنوں نے صبر و استقامت کا ثبوت دیا تو پورے وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ بالآخر پولیس اور فوج جواب دے دے گی کہ یہ مظاہرین ہمارے ہی ہم مذہب اور ہم وطن ہیں، ہمارے ہی اعزہ و اقرباء ہیں، یہ لوگ اپنی کسی ذاتی غرض کے لئے میدان میں نہیں آئے ہیں بلکہ اللہ کے دین کی سر بلندی اور اس کے قیام کے لئے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے نکلے ہیں، تو آخر ہم کب تک ان کو اپنی گولیوں سے بھونتے چلے جائیں؟ نتیجہ یہ نکلے گا کہ حکومت کا تختہ الٹ جائے گا اور تحریک کامیابی سے ہم کنار ہوگی، جیسا کہ ایران میں ہوا کہ شہنشاہ ایران جیسے آمر مطلق کو بھی ایسی صورت حال میں باحسرت و یاس ملک چھوڑ کر فرار ہونا پڑا..... تو یہ دو ممکنہ صورتیں تو تحریک کی کامیابی کی ہیں۔

(iii) تیسرا نتیجہ یہ نکل سکتا ہے کہ حکومت وقت اس تحریک کو کچلنے میں کامیاب ہو جائے۔ اس صورت میں جن لوگوں نے اس راہ میں جانیں دی ہوں گی ان کی قربانیاں ہرگز ضائع نہیں ہوں گی۔ وہ ان شاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ کے یہاں اجر عظیم اور فوز کبیر سے نوازے جائیں گے۔

دعوت شمولیت

حضرات گذشتہ صفحات کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو گئی کہ دین اسلام کے نفاذ کیلئے جدوجہد کرنا کوئی اضافی نیکی نہیں بلکہ ہر مسلمان کا فرض منصبی ہے۔ تنظیم اسلامی اجتماعی طور پر اسی فرض کی ادائیگی کیلئے کوشاں ہے۔ آئیے اپنے اس فرض کی ادائیگی کیلئے تنظیم اسلامی کے دست و بازو بن جائیں اور اللہ کی زمین پر اللہ کا حکم نافذ کرنے کی کوشش کریں۔ اسی صورت میں ہم اللہ کے حضور اپنی معذرت پیش کر سکتے ہیں۔

تنظیم اسلامی میں شمولیت کے لئے بیعت کے الفاظ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
 أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
 وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ
 وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ
 أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ رَبِّي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ
 وَأَتُوبُ إِلَيْهِ تَوْبَةً نَصُوحًا
 إِنِّي أَعَا هِدُ اللَّهُ
 عَلَيَّ أَنْ أَهْجُرَ كُلَّ مَا يَكْرَهُهُ
 وَأُجَاهِدَ فِي سَبِيلِهِ جُهْدًا اسْتَطَاعَتِي
 وَأَنْفِقَ مَالِي وَأَبْدَلِ نَفْسِي
 لِإِقَامَةِ دِينِهِ وَإِعْلَاءِ كَلِمَتِهِ
 وَلَا أُجِلُّ ذَلِكَ أَبَإٍ حَافِظُ عَاكِفٍ سَعِيدٍ، امِيرِ التَّنْظِيمِ الْإِسْلَامِيِّ
 أَسْتَعِينُ اللَّهَ رَبِّي وَأَسْتَقْدِرُهُ عَلَى الْإِسْتِقَامَةِ عَلَى الدِّينِ وَإِيْقَاءِ هَذَا الْعَهْدِ
 میں اللہ سے مدد اور توفیق کا طلبگار ہوں کہ مجھے دین پر استقامت اور اس عہد کے پورا کرنے کی ہمت عطا فرمائے

☆ — ☆ — ☆

تنظیم اسلامی کا پیغام



تنظیم اسلامی

مروجہ مفہوم کے اعتبار سے

نہ کوئی سیاسی جماعت نہ مذہبی فرقہ

بلکہ ایک اصولی

اسلامی انقلابی جماعت

ہے جو اولاً پاکستان اور بالآخر ساری دنیا میں

دین حق

یعنی اسلام کو غالب یا بالفاظ دیگر

نظام خلافت

کو قائم کرنے کیلئے کوشاں ہے!

امیر: حافظ عاکف سعید